"میاں شبیر علی! ہوا کا رخ بتا رہا ہے کہ لیگ والے کامیاب ہو جائیں گے اور بھائی جو سلطنت ملے گی وہ انہی لوگوں کو ملے گی جن کو آج سب فاسق فاجر کہتے ہیں۔ مولویوں کو تو ملنے سے رہی لہذا ہم کو یہ کوشش کرنا چاہیئے کہ یہی لوگ دیندار بن جائیں۔ اور بھائی آج کل کے حالات ایسے ہیں کہ اگر سلطنت مولویوں کو مل بھی جائے تو شاید مولوی چلا بھی نہ سکیں۔ یورپ والوں سے معاملات، ساری دنیا سے جوڑ توڑ ہمارے بس کا کام نہیں اور سچ تو یہ ہے کہ سلطنت کرنا دنیا داروں ہی کا کام ہے مولویوں کو یہ کرسیاں اور تخت زیب نہیں دیتے۔ اگر تمہاری کوشش سے یہ لوگ دین دار اور دیانت دار بن گئے اور پھر سلطنت انہی کے ہاتھوں میں رہی، تو چشم ما روشن دل ما شاد کہ ہم سلطنت کے طالب ہی نہیں ہم کو تو صرف یہ مقصود ہے کہ جو سلطنت قائم ہو، وہ دیندار اور دیانت دار لوگوں کے ہاتھ میں ہو۔ اور بس تاکہ اللہ کے دین کا بول بالا ہو۔"

یہ سنکر مولوی شبیر علی نے عرض کیا کہ پھر تبلیغ نیچے طبقے یعنی عوام سے شروع ہو یا اوپر کے طبقے یعنی خواص سے۔ اس پر ارشاد فرمایا۔

اوپر کے طبقے سے کیونکہ وقت کم ہے اور الناسُ علی دین ملوکھم اگر خواص دین دار اور دیانت دار بن گئے تو انشاء اللہ عوام کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔

(بحوالہ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی)

کتاب مجلد ہے بڑے سائز کے ۱۷۰ صفحات -

اس سلسلہ کی دوسری کتاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی پر ہوگی - ہم بڑے اشتیاق سے مصنف کی اس تصنیف کا انتظار کرتے ہیں۔

تہافتہ الفلاسفتہ (اردو ترجمہ)

از امام احمد غزالی۔ مترجمہ ڈاکٹر میر ولی الدین سابق پروفیسر صدر شعبہ فلسفہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد، ہندوستان

حضرت امام نے کتاب تہافتہ الفلاسفتہ اپنے عہد کے فلاسفہ کے رد میں لکھی تھی جس میں فلسفیوں کی خوب خبر لی گئی ہے۔ ان کی بے مائیگی، تضاد فکر اور انتشار خیال کو اچھی طرح ظاہر کیا گیا ہے۔ ان ہی کے ہتھیار کو ان کے خلاف استعمال کیا گیا ہے اور اس حقیقت کو بخوبی واضح کر دیا گیا ہے کہ فلسفیوں کے مقدمات اور

طرق سے، ان کی چنان و چنیں شے سے یقین کا حصول کسی طرح ممکن نہیں۔"

امام غزالی ۴۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۰۵ھ میں انتقال فرما گئے۔ امام صاحب کی بڑی جامع اور غیر معمولی شخصیت تھی۔ اسلام کی فکری تاریخ پر ان کی تعلیمات کا جتنا وسیع اور گہرا اثر پڑا شاید ہی کسی اور مسلمان مفکر اور عالم کا پڑا ہو۔ وہ بیک حکیم تھے، متکلم تھے۔ علوم شرعیہ کے عالم و عارف تھے، اور اس کے ساتھ ساتھ ایک صاحب عرفان صوفی تھے۔ پھر علم و معرفت کو وہ صرف قال نہیں، بلکہ حال بنانے کے بھی سرگرم داعی تھے۔ امام صاحب کی ذات گرامی اور ان کے افکار ہر دور میں مسلمان اصحاب فکر و دعوت کا مرجع رہے ہیں اور ان سے سب نے استفادہ کیا ہے۔ ان کے جلائے ہوئے علم و دانش کے دیئے سے برابر اور دیئے جلتے رہے ہیں، اور ان سے بعد والوں نے روشنی اور ہدایت چاہی ہے۔

زیر نظر کتاب کے پیش لفظ میں ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب نے بالکل صحیح لکھا ہے۔

"غزالی کی کتابوں کا زمانہ حال تقاضا کر رہا ہے۔ اور اس کی کئی وجوہ ہیں۔ غزالیؒ کا نقطۂ نظر اس قدر وسیع، کلی اور انسان دوستانہ ہے کہ ہر قوم اور ہر ملت و مذہب کے پیرو کو انسانی اور انسانی معاملات پر ان کے خیالات سے دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے وہ صرف اپنے زمانہ ہی کے لئے پیدا نہیں کئے گئے تھے۔ ان کے خیالات اور تصورات ہر دم تازہ اور ہر دم توانا نظر آتے ہیں"

امام صاحب نے ڈاکٹر سید عبداللطیف کے الفاظ میں "بعد میں آنے والے مغربی فلاسفہ کے خیالات کی نہ صرف انہوں نے پیش بینی کی ہے، بلکہ فلسفیانہ طریقے سے ان کو ادا بھی کیا ہے۔ فرانس کے شہیر عالم فلسفی ڈیکارٹ نے جس کو فلسفہ جدیدہ کا باوا آدم کہا جاتا ہے۔ طریقہ تشکیک سے اپنے نظام فلسفہ کا آغاز کیا۔ غزالی میں یہ ہمیں ایک دل کش انداز میں ملتا ہے۔ تشکیک وار نیاب بجائے انہیں حقائق عالم کے چہرہ سے نقاب کشائی پر آمادہ کیا۔ اور انہوں نے شک بھی اتنا کیا کہ شک سے شک انہیں یقین کی راہ پر لے آیا۔"

امام صاحب نے اپنی کتاب تہافتہ الفلاسفہ کی وجہ تصنیف دیباچے میں یوں رقم فرمائی ہے

"موجودہ زمانے میں ایک ایسی جماعت کو دیکھ رہا ہوں جو اپنے آپ کو عقل و ذکاوت میں اپنے ہمعصروں سے بدرجہا ممتاز سمجھتی ہے اور اسی لئے اس کے افراد نے فرائض اسلامی سے بے نیاز کنارہ کش رہنا اپنا شعار بنا لیا ہے اور شعائر دینی کی توقیر و عظمت کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ اور اپنے وہم و گمان میں اسکو اپنا اعلیٰ ترین وصف سمجھتے ہیں اور اپنے عمل سے ایک دنیا کی گمراہی کا سبب بن رہے ہیں۔ حالانکہ ان

کی ضلالتوں کے لئے کوئی سند نہیں ہے سوائے ایک قسم کی تقلید اور ایک قسم کی جمود پرستی کی جس کو وہ حرکت سمجھتے ہیں۔ ان کی مثال یہود و نصاریٰ کے ان افراد کی سی ہے جو اپنے مسلک پر اس لئے فخر کرتے ہیں کہ آباء و اجداد نے ان کے لئے یہ راستہ بنادیا ہے چاہے عقل و ضمیر کی رائے اس سے کتنی ہی غیر متفق ہو اپنی جہت کو وہ فکر و نظر سے منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ فکر و نظر کی کسوٹی پر وہ کھوٹی اترتی ہے۔ ۔۔"

اس کے بعد امام غزالی فرماتے ہیں۔

"اپنے کفریات کی ترجمانی ہیں جن مہیب ناموں سے وہ مرعوب کرتے ہیں، وہ ہیں سقراط، بقراط افلاطون ارسطا طالیس وغیرہ جن کی عقلوں کی تعریف میں وہ زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں اور ان کی ذہنی و اختراعی قوتوں کی تعریف کے پل باندھتے ہیں کہ اس طرح وہ موشگافی کرسکتے ہیں اور اس طرح باریک نکات پیدا کرسکتے ہیں حالانکہ ان کی عظمت رفتہ کے سوائے ان کے مزخرفات پر کوئی سند نہیں۔ جن غلط معتقدات کی طرف وہ رہنمائی کرتے ہیں، وہ بھی اسی طرح ایک قسم کی ذہنی لپنی ہے جس طرح کہ اہل بدعت کی شدید قسم کی روایت پرستی"۔

امام صاحب کو شکایت تھی کہ اس جماعت نے دانش و علم کی جھوٹی ملمع کاری سے دنیا کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور اس کی وجہ سے ذہنی کشاکش پیدا ہوگئی ہے۔ جو ایک عالمگیر صورت اختیار کرتی جارہی ہے۔ چنانچہ امام صاحب کے الفاظ میں۔

"اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ ایک ایسی کتاب لکھوں، جس میں ان کے خیالات کا رد کیا جائے اور ان کے کلام و استدلال کے تناقض و بے ربطی کو واضح کیا جائے۔ اس طرح ان کی مقبولیت کے رعب داب کو قوم کے دماغوں سے اٹھایا جائے تاکہ سادہ ذہین عوام اس فتنے سے محفوظ رہ سکیں جس کا نتیجہ انکار خدا اور انکار یوم آخرت ہو رہا ہے"۔ اپنے دور کے فلاسفہ کے مزعومات کی تردید کرنے کے بعد آخر کتاب میں امام غزالی لکھتے ہیں کہ "اگر ہم سے کوئی پوچھے کہ تم ان فلسفیوں کے مذاہب کی تفصیل تو کرچکے اب ان کے کفر و اسلام کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کیا تم ان کو کافر اور واجب القتل قرار دیتے ہو"

اس کا جواب امام صاحب یوں دیتے ہیں :۔ (ا) مسئلہ قدم عالم اور ان کا یہ قول کہ جواھر تمام قدیم ہیں۔ (ب) ان کا یہ قول کہ اللہ تعالیٰ جزئی معلومات کا احاطہ نہیں کرسکتا اور (ج) اور ان کا انکار حشر اجساد و بعث و نشر۔ یہ تین مسائل ایسے ہیں جو اسلام کے اصول عقائد سے

متصادم ہیں ان کا معتقد گویا کذب انبیا کا معتقد ہے ۔ اور ان کا یہ کہنا کہ جنت و دوزخ کی تشبیہات صوری عوام کی محض تفہیم و ترغیب کے لئے ہیں۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں، تو یہ صریح کفر ہے جس کا مسلمانوں کے فرقوں میں سے کوئی بھی اعتقاد نہیں رکھتا۔ رہے ان تین مسئلوں کے سوائے باقی امور جیسے صفات الٰہیہ میں تصوف، اعتقاد توحید کو متنزلزل یعنی قابل تشکیک بنیادوں پر قائم کرنا تو یہ قریب قریب معتزلہ کے مذہب کے مماثل ہیں..... اور دوسری باتیں جو فلسفیوں سے نقل کی جاتی ہیں، ان کا بھی یہی حال ہے۔ کوئی نہ کوئی اسلامی فرقہ ان کی تکرار کرتا نظر آتا ہے۔"

غرض امام صاحب کو اپنے عہد کے فلسفیوں سے اوپر کے ان تین بنیادی مسئلوں ہی پر اعتراض تھا، اور انہیں وہ منجر الی الکفر قرار دیتے تھے۔

زیر نظر کتاب "تھافتہ الفلاسفتہ" کے اس نسخے سے ترجمہ کی گئی ہے جو مصر کے عالم سلیمان دینا نے مقدمہ اور حواشی کے ساتھ شائع کی ہے۔ موصوف نے لکھا ہے کہ امام غزالی کی زندگی کو تین دوروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا دور شک کی ابتدا سے پیشتر کا۔ دوسرا شک یا کشمکش ذہنی کا اور تیسرا طمانیت و سکون کا۔ ان تینوں ادوار میں امام صاحب کی تصنیفات کا سلسلہ جاری رہا۔

سلیمان دینا صاحب لکھتے ہیں کہ امام صاحب کی مختلف تصانیف کو جن ادوار میں وہ لکھی گئیں ان کے پس منظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے ان کے وہ رشحات قلم جو تیسرے دور میں زیب قرطاس ہوئے، دراصل ان پر کچھ صحیح رائے زنی کی جا سکتی ہے۔ اور ان کا عندیہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس میں بھی ایک دقت ہے۔ اور وہ یہ کہ امام صاحب کبھی تو خواص کے لئے لکھتے ہیں، اور کبھی عوام کے لئے۔

کتاب حیدرآباد دکن میں انسٹی ٹیوٹ آف انڈو مڈل ایسٹ کلچرل اسٹڈیز نے شائع کی ہے۔ قیمت ۱۰ روپے۔

(ا۔ س)